ڈاکٹر روبینہ شاہین
وقار النساء گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین،راولپنڈی

عبدالحلیم شرر کی نثر نگاری کا پس منظر، محرکات، نظریہ فن اور مختلف حیثیات

Dr.Robina Shaheen
Waqra-un-Nisa Government Post Graduate College Rawalpindi

Abdul Halim Sharar's Prose : Background, Factors, Theory of Art & Different Values

The period of Abdul Haleem Sharar was the period of political, social, economic and cultural decline for the Muslims of Hind. The leaders of the Muslims were in constant struggle to improve their political, social , economic and cultural conditions. The Reform Movements awakened the Muslims of Hind. Abdul Haleem Sharar tried to awaken the Muslims through his fictional and non-fictional prose. He presented the true picture of the Muslims.

He inspired a new spirit in Urdu language and literature through his journals. He presented the picture of Islamic civilization through his writings. He takes history and fiction side by side. The purpose of his writing is to make the reader enjoy and satisfy his soul.

We all have to accept the great role of Abdul Haleem Sharar in the foundation and progress of modern Urdu literature. His art is the reflection of new feelings and senilities. He utilized it at a time when Urdu prose was transforming from the old to modern prose. He was a poet and a fiction writer. He was a drama writer and also a journalist. He also wrote biography and on Islamic History. He also wrote many novels and he was mostly famous and known by his historic novels.

In short, Abdul Haleem Sharar was a man of dynamic personality whether it is history or journalism, poetry or literature, drama, essay or novel , his personality is

found every where.

۱۸۵۷ء کے معرکہ نے برصغیر پاک و ہند کی زندگی میں ایک ہلچل پیدا کر دی تھی۔ بہت ساری روایات کو اس عظیم انقلاب نے متاثر کیا۔ یہ صدی کشمکش کی صدی تھی۔ ایک طرف تہذیبوں کے درمیان کشمکش تھی تو دوسری طرف اسلام اور عیسائیت بھی ایک دوسرے کے سامنے صف آراء تھے۔ شرر نے جو دور دیکھا وہ حقیقت میں مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور علمی زوال کا دور تھا۔ تمام اہل فکر و نظر مختلف طریقوں سے قوم کو اس کی گرتی ہوئی حالت کا احساس دلانے میں محو تھے۔ تحریک سرسید کے زیر اثر شبلی نے تاریخ کے آئینے میں قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ حالی اور ڈپٹی نذیر احمد سماجی اور تہذیبی اصلاح کی کوششوں میں مصروف رہے۔ ان افراد کی کاوش سے خواب غفلت میں مدہوش قوم کچھ کچھ بیدار ہوئی۔ لیکن غنودگی کی کیفیت کو مکمل طور پر ختم کرنے کی ضرورت تھی تاکہ قوم کے دل میں اپنے ماضی، اسلاف، تہذیب، روایات وعظمت عہد رفتہ سے محبت کا جذبہ ابھرے اور وہ پھر سے عروج حاصل کرنے کے لیے نئے جوش و جذبے سے سرشار ہوں

عبدالحلیم شرر ۱۸۶۰ء میں لکھنو میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کے وقت ۱۸۵۷ء کے اثرات واضح ہو چکے تھے۔ انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ جما لیا تھا۔ شرر جب اپنے والد کے ساتھ لکھنو سے کلکتہ آئے تو وہاں انہوں نے واجد علی شاہ کی زندگی کے آخری ایام کو اپنی نگاہوں سے دیکھا۔ چنانچہ بچپن سے انہیں اپنی قوم کے دکھ اور زوال کا احساس ہونے لگا تھا۔ دوسری طرف وہ تعلیم جو انہوں نے نظم طباطبائی اور ہدایت اللہ شیرازی سے معقولات کی صورت میں حاصل کی تھی، اس تعلیم نے ان کے ذہن کو عقل پسندی کی ان راہوں پر گامزن کیا جس کے ڈانڈے سرسید احمد خان کی تحریک علی گڑھ سے ملتے ہیں۔ ایک طرف محمد بن عبدالوہاب کی تحریک سے شرر متاثر ہوئے تو دوسری طرف تحریک علی گڑھ سے۔ ڈاکٹر ممتاز منگلوری کا کہنا ہے کہ:

یہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ شرر کا ذہن شروع ہی سے زندگی کے جمود اور تعطل کے خلاف تھا اور اس میں ایک نئی ہلچل پیدا کرنے کا آرزومند تھا۔ شرر کی ان ذہنی کیفیات کو سرسید، شبلی اور محسن الملک کے قرب نے اور بھی جلا بخش دی۔ اس حساس اور فعال طبیعت اور دردمند دل پر ان مخصوص سیاسی اور سماجی حالات کا...... جو شدید ردِعمل ہو سکتا تھا وہ ظاہر ہے پھر یورپ کی سیاست اور بالخصوص سسلی اور اندلس کی اس سرزمین پر اپنے اسلاف کی یادگاریں اور آثار الصنادید دیکھ کر اسلامی عہد کی سطوت کے نقوش اس طرح ذہن پر ابھرے کہ حرز جاں بن گئے۔[۱]

علی عباس حسینی شرر کی نثر نگاری کے محرکات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

تاریخ سے آپ کو خاص ذوق تھا۔ آپ نے انگلستان اور ممالک یورپ کی سیاحت بھی کی تھی۔ اس سفر کے سلسلے میں آپ نے وہ آثار الصنادید بھی دیکھے تھے جن سے ان ایام گزشتہ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ جب عرب کا پرچم صقلیہ واندلس میں لہراتا تھا۔ آپ نے اس دوران میں سر واٹر سکاٹ کے وہ نام نہاد تاریخی ناول بھی دیکھے جن میں اسلام کا مضحکہ اڑایا گیا ہے اور عیسائیت کا فروغ دکھایا گیا ہے۔ غرض مؤرخانہ ذوق، قبولیتِ عام کی خواہش، مذہبی جوش اور مسلمانوں کے احیاء کا خیال، تاریخی ناول لکھنے کا محرک بنا۔[۲]

بقول ڈاکٹر احسن فاروقی:

جب وہ انگلستان اور ممالک یورپ کی سیاحت کر رہے تھے تو ان کے ہاتھ سکاٹ کی تاریخی ناول ٹیلسمان لگی، سکاٹ نے کچھ سطحی نقوش عرب کی اسلامی زندگی کے نمایاں کیے۔۔۔ مولانا کو یہ کتاب پڑھ کر محسوس ہوا کہ اس میں اسلام کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ مذہبی جوش میں

آ کرانہوں نے اس ناول کی رد میں ایسی ناولیں لکھنے کی ٹھان لی جن میں اسلامی تاریخ کو زندہ کیا جائے اور عیسائیت کی برائیاں دکھائی جائیں چنانچہ یہ جذبہ مذہبی ان کے ناول نگار ہونے کا محرک ہوا۔[۳]

ان سب محرکات کے زیر اثر شرر نے محسوس کیا کہ قوم کی اصلاح کے لیے اس میں دینی حمیت اور اپنی تاریخ سے والہانہ لگاؤ پیدا کرنا ناگزیر ہے چنانچہ انہوں نے اپنی فکر ونظر کے مطابق اسلامی تاریخ کے اس درخشاں عہد کو موضوع بنایا جسے ان کے دور کا مسلمان فراموش کر چکا تھا۔انہوں نے مسلمانوں کی تاریخ کے سنہرے اوراق دفتر نسیاں سے نکال کر قوم کے سامنے پیش کیے اور اسلاف کے کارنامے یاددلا کر اپنے تنزل کے اسباب پر غور کرنے کی طرف مائل کرانا چاہا۔ظاہر ہے اس اصلاح کے جذبے کے تحت شرر ایک واضح مقصد لے کر اٹھے تھے اور اایک خاص خیال کے داعی تھے۔مولانا صلاح الدین احمد کا خیال ہے: شرر نے اپنے موضوع کے انتخاب میں بڑی زمانہ شناسی اور دور بینی سے کام لیا تھا........ مسلمانوں کے زوالِ سیاست کے ذہنی ردِعمل سے پورا فائدہ اٹھایا...[۴]

شرر کی غیر افسانوی نثر کا محرک مسدس حالی و سر سید احمد خان کی تحریک اور ان کے خیالات ونظریات بھی تھے۔شرر نے بھی اپنی افسانوی و غیر افسانوی نثر کے ذریعے سے آثار سلف کو ترقی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے واقعی آثارِ سلف سے ہم اپنی ترقی کے متعلق بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ہمارے حوصلے انہیں چیزوں سے بڑھتے ہیں جن سے اگلوں کی عالی ہمتیاں یاد آجاتی ہیں.........[۵] شرر نے اپنے مضامین کے ذریعے اسلاف سے نیک نامی کا سبق حاصل کرنے کا درس دیا۔مقصدیت اور افادیت کے پہلو کو اجاگر کیا۔شرر دبستان سرسید کی مقصدیت وافادیت اور آزاد کے اسلوب سے متاثر ہوئے۔ان محرکات کے سبب شرر نے محسوس کیا کہ قوم کی اصلاح کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان میں دینی حمیت پیدا کی جائے۔تاریخ سے والہانہ لگاؤ پیدا کیا جائے۔اسلاف کی زندگیوں کو اور ان کے کارناموں کو ان کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ درخشان عہد کی یاد ان کے دلوں میں تازہ ہو جائے۔اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے اسلامی تاریخ اور نمایاں شخصیات کے درخشاں عہد اور زندگیوں کو موضوع بنایا۔جسے اس دور کا مسلمان فراموش کر چکا تھا۔آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اسلاف کے کارنامے یاددلا کر انہیں بیدار کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان اپنے تنزل کے اسباب پر غور و فکر کر سکیں۔اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک طرف عبدالحلیم شرر نے غیر افسانوی نثر اور دوسری طرف افسانوی نثر لکھی

اصلاحی نقطہ نظر کے تحت اور سرسید احمد خان کی تحریک علی گڑھ کے مقاصد کے پیش نظر شرر نے جہاں افسانوی نثر میں بے بہا اضافہ کیا اور تاریخی ومعاشرتی ناول لکھے وہاں غیر افسانوی نثر میں بھی سیرت وسوانح،تاریخ،مضمون،انشائیہ،صحافت اور دیگر اصناف ادب میں اپنے نظریات کو پیش کیا ڈاکٹر سلیم اختر رقمطراز ہیں:

انہوں نے اپنے پرچہ ''دلگداز'' میں ناول اور'' دنیا میں ناول نویسی کی ابتداء'' کے عنوان سے جو تنقیدی مضامین لکھے ان کی اب اہمیت محض تاریخی ہے لیکن وہ اس لحاظ سے ضرور دقیع ہیں کہ ان میں انہوں نے ناول کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ کم از کم ان کی ناول نویسی اور مقاصد ومحرکات سمجھنے کے لیے بہت اہم ہیں۔[۶]

ان باتوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ شرر اپنے دور کے مسلمانوں کو ترقی کی شاہراہ پر لگانا چاہتے تھے۔ان کے اندر جوش وجذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔پژمردہ حوصلوں کو از سرنو زندہ کرنا چاہتے تھے۔رگ حمیت اسلامی کو جوش میں لانا چاہتے تھے،یہ تمام چیزیں ان کی افسانوی اور غیر افسانوی نثر کی محرک ثابت ہوئی ہیں۔شرر کا عہد مسلمانان برصغیر کے لیے سیاسی،معاشی،سماجی اور تہذیبی زوال کا عہد تھا۔اس زوال کو

روکنے کے لیے رہنمائے قوم اپنے اپنے طریق سے مصروف عمل تھے۔اصلاحی تحریکوں نے قوم کو سنبھالا دیا۔سرسید کی علی گڑھ تحریک کے زیراثر مولانا شبلی نعمانی مسلمانوں کو تاریخ کے آئینے میں کھوئی ہوئی عظمت کی تصویر دکھارہے تھے اور الطاف حسین حالی اپنی اصلاحی شاعری کے ذریعے سے مسلمانوں کو بیدار کررہے تھے۔ان اصلاحی تحریکوں کے پیش نظر مسلمانوں کے اندر بیداری کی ایک لہر نے جنم لیا۔مگر غفلت کی نیند کا خمار ابھی تک قائم و دائم تھا۔اس وقت ضرورت تھی کہ مسلمانان برصغیر پاک و ہند کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ان کے تابناک ماضی کی لازوال تہذیب واقدار اور عظمت رفتہ کی طرف متوجہ کیا جائے۔تاکہ ان میں جوش و جذبہ اور ولولہ بیدار ہو اور وہ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرسکیں۔شرر انہی جذبوں کو لے کر جوان ہوئے۔انہوں نے قوم کی اصلاح و ترقی کے لیے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ مسلمانوں میں دینی حمیت پیدا کی جائے انہوں نے اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے افسانوی اور غیر افسانوی نثر لکھی تاکہ مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا مقام دوبارہ مل سکے۔مسلمانوں کے احیاء کا خیال جہاں ان کی افسانوی نثر کا محرک ثابت ہوا وہاں ان کی غیر افسانوی نثر کا محرک بھی یہی ہے۔

ایام جاہلیت اور آغازِ اسلام سے لے کر افریقہ،اسپین،جزیرہ صقلیہ اور ہندوستان تک مسلمانوں کے پھیلنے اور اسلامی حکومت کے عروج و زوال کے نہایت عمدہ نقوش پیش کیے ہیں۔شرر اپنی نثر نگاری کے محرکات پر ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

مجھے زیادہ فائدہ عربی کتابوں کے مطالعہ سے پہنچا اور انہیں سے میں محظوظ بھی ہوتا رہا مگر اردو میں سرسید کی تصانیف اور مولانا آزاد کی کتاب آب حیات اور نیرنگ خیال نے مجھ پر بہت اثر ڈالا... بلکہ بہت زیادہ مسدس حالی نے۔انہیں کتابوں نے مجھے کچھ لکھنے کی جانب مائل کیا۔لیکن زیادہ محرک یہ بات ہوئی کہ مجھے انگریزی لٹریچر کی شان اور عربی مصنفین کے فراہم کیے ہوئے مواد نے اس جانب مائل کیا کہ عربی سے حاصل کیے ہوئے خیالات اور واقعات کو انگریزی مذاق کا لباس پہناؤں۔دراصل میرے لیے محرک یہی خیال تھا۔[۷]

عبدالحلیم شرر کا تخلیق کیا ہوا ادب چاہیے وہ افسانوی ہے یا غیر افسانوی انسانی اقدار کے جانے پہچانے رشتے کو پیش کرتا ہے۔شرر نیکی کی قدر کو تاریخی کہانیوں میں ظاہر کرتے ہیں۔بقول جیلانی کامران:

......نیکی کی قدر شرر کی تاریخی کہانیوں میں کیسے ظاہر ہوتی ہے؟ شرر کی کہانیوں میں مسلمان نمازی کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔جس کے چلن اور خیالات کی سمت نمائی اسلامی قدروں پر قائم ہے۔اس کا عمل اپنے محدود دائرے میں جتنے بھی چناؤ کرتا ہے وہ برائی کی طاقتوں کی نفی کرکے انسان کو انسان کے قریب تر لانے کی خواہش کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔وہ دکھ سے کہیں زیادہ سکھ اور اطمینان کی خوش خبری دیتا ہے۔زبردستوں کی حمایت میں اپنا خون بہانے سے گریز نہیں کرتا۔بوڑھوں اور عورتوں پر ظلم نہیں کرتا اور انسان کو اس کی فراست کے مطابق اپنے خالق کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ان سب باتوں سے اس کے سوا کوئی اور مطلب نہیں کہ شرر کا مرکزی کردار زمین پر بسنے والے انسانوں کو امن اور سلامتی کا ماحول واپس لوٹانے کی ذمہ داری پر مامور ہے اور اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ زمین پر نیکی کا قیام خیر مطلق کی بشارت کا باعث بنے۔[۸]

دلگداز کے ذریعے سے شرر نے اگلی پراثر داستانیں۔قومی کارنامے،پرمذاق باتیں اور لطف سخن سے قوم کو بیدار کیا۔اس رسالے نے اردو لٹریچر پر بھی احسانات کیے اور اردو زبان میں نئی روح پھونکی۔عبدالحلیم شرر قمطراز ہیں:

دلگداز اردو رنگ سخن میں ایک نئی روح پھونکنے اور نئی طرح کی قوت مقناطیسی پیدا کرنے کے لیے جاری ہوا۔اس میں شک نہیں کہ

دلگداز اپنے رنگ میں اکیلا ہے اور جس رنگ میں جاری ہے وہ بہت طبقوں کے نزدیک غیر مانوس ہے۔ ہماری آواز کانوں کو گراں گذرتی ہوگی اور اکثر لوگ سمجھتے بھی نہ ہوں گے...... دلگداز کا ایک ایک لفظ ان کے دل پر نشتر کا کام کرتا ہے اور ایک ایک مضمون کا اثر مہینوں ان کے دل پر پڑا رہتا ہے۔۹

شرر نے تاریخ پر بہت زیادہ زور دیا ان کی افسانوی اور غیر افسانوی نثر میں یہ پہلو بھی ملتا ہے

اس موسم کا سماں کس نے نہیں دیکھا؟ جب باغ اسلام پر بہار آئی ہوئی تھی؟ جب بغداد کے جھنڈے کا سایہ گنگا تک ادھر ٹیگس تک پڑتا تھا۔ جب اسلامی یونیورسٹیاں کھلی ہوئی تھیں اور عربی مدارس مرجع عالم تھے جب یورپ والوں کے یہ خیالات تھے کہ ''علم مسلمانوں کے پاس ہے اور شیطان علم کا پھل کھلا کے مارڈالتا ہے'' جب اسلام کے تجارتی جہاز سمندروں کی سیر کرتے پھرتے تھے اور جب ان کی فتحیں سمندر کی لہروں کے ساتھ جاتی تھیں جب ان کی صناعیوں کا چرچا تھا اور ان کی عمارتیں دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی تھیں جب ہر فن کو رونق دے رہے تھے اور اپنے بعد والوں سے علم وفن کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر رہے تھے۔ جب انہی کی پیروی کا نام تہذیب تھا اور ہر کمال کا تسلیم کیا جانا ان کی زبان اور ان کے قلم کے اختیار میں تھا یہ سماں سینکڑوں دفعہ دکھایا گیا اور حالات ہزاروں بار ایک حسرت کے ساتھ دوہرائے گئے مگر اثر خاک نہ ہوا۔[۱۰]

شرر نے سوانح عمریاں بھی لکھی جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ:

اسلام کا زمانہ عروج ان لوگوں سے معمور ہے جو دین کی خدمت میں اپنا مثل اور نظیر نہیں رکھتے تھے...... طبقات علماء اور ہر صدی کے فضلاء کی سوانح عمری دیکھیے تو معلوم ہو کہ وہ کس رتبے کے لوگ تھے اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں کوئی ان کی شرکت کا بھی دعویٰ کرسکتا ہے یا نہیں۔۱۱

اپنے ایک اور مضمون میں عبدالحلیم شرر اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

واقعی ہمارے لٹریچر کا یہ بہت بڑا نقصان ہے کہ ہم اُن لوگوں کے حالات سے بہت ہی کم واقف ہیں جن کے نام بار بار ہماری زبانوں پر آتے ہیں۔ ہمارے قلموں سے نکلتے ہیں اور جو ہماری انشا پردازی کا زیور بنے ہوتے ہیں دلگداز نے اس بات کی کوشش شروع کردی ہے کہ ایسے تمام لوگوں کے حالات سے پبلک کو واقف کردے چنانچہ ہم بہت سے لوگوں کے حالات اسی رسالے کے صفحوں پر شائع کرچکے ہیں۔[۱۲]

شرر کی افسانوی وغیر افسانوی نثر میں اسلام اور رسول پاکؐ سے محبت وعقیدت اور تعلیمات کے متعلق بھی خیالات ملتے ہیں۔ عبدالحلیم شرر نے کئی رسائل وجرائد جاری کیے تھے، وہ ایک صحافی بھی تھے۔ انھوں نے اپنے فن کے اظہار کا ذریعہ صحافت کو بنایا اور ملک و قوم اور علم وادب کی بہت خدمت کی۔ عبدالحلیم شرر نے اپنے فن کے ذریعے سے اسلامی تہذیب وتمدن کے نقوش مسلمانوں کے سامنے پیش کیے ہیں اور اُنھیں خوابِ غفلت سے بیدار کیا ہے۔ اپنے ایک مضمون ''زوالِ عجم'' میں لکھتے ہیں:

تمام موجودہ رول اسلام اور عرب وافریقہ وروم کی مسلمان قوموں کو مجموعی طور پر دنیائے مسیحیت کو الٹی میٹم دے دینا چاہیے کہ بے شک ہم خوابِ غفلت میں تھے مگر اب ہوشیار ہیں اور اس ناگوار دست برد کو جو ظالمانہ وغاصبانہ ہے کسی طرح برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر ہمارے تمدن کی موت ہی کا زمانہ آ گیا ہے تو اسے گوارا کرلیں گے مگر یہ کہہ کے کہ

ع: ''فطرتر زاں مراتانہ لرزد زمین''

بے شک اُن ممالک کے مسلمانوں کو چاہیے کسی جگہ کے ہوں جوش وخروش سے اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم زندہ رہیں گے تو اپنی وقعت وعزت کے ساتھ ورنہ ہم بھی نہ ہوں گے۔ ابھی تک ہم انتظار کرتے رہے کہ تہذیب یورپ والوں کو انصاف وانسانیت کے اصول سکھائے گی لیکن اب انتظار کرنے کا وقت نہیں رہا اور آئیندہ حالت نہیں دیکھی جاسکتی کہ اسلام کی تمام آزاد سلطنتیں ایک ایک کر کے فنا کردی جائیں۔ [۱۳]

عبدالحلیم شرر نے افسانوی اور غیر افسانوی نثر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار جابجا کیا ہے جس سے ان کے نظریہ فن کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ اِن نظریات کے تاثر سے ان کی افسانوی اور غیر افسانوی نثر کے اصول بخوبی مدون کیے جاسکتے ہیں۔ شرر بنیادی طور پر مصلح قوم تھے وہ اپنی قوم کو بیدار کرنا چاہتے تھے لہذا انھوں نے اپنے فن کے ذریعے سے یہ فرض پورا کیا۔ شرر کے فن کا یہ بنیادی وصف ہے کہ وہ تاریخ اور افسانے کے مابین چلتے ہیں۔ ان کے نزدیک ادب کا مقصد قاری کو ذہنی، تسکین اور حظ آفرینی فراہم کرنا ہے۔ شرر کے نظریہ فن کے بارے میں ڈاکٹر سہیل بخاری اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''مولانا کو تاریخ اسلام سے بڑی دلچسپی تھی اور مذہبیات میں بھی کافی دخل تھا۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے گزشتہ کارناموں کو یاد دلا کر موجودہ زوال کے اسباب پر غور کرنے کی دعوت دیتے رہے''۔ [۱۴] شرر عظمت ماضی کی داستانیں دہرا کر مسلمانوں کے دل میں وہ جوش اور ولولہ پیدا کرنا چاہتے تھے جو افسردہ دلوں کی رہنمائی کر کے انھیں عمل کے راستے پر گامزن کر سکے اور اس طرح ان کے لیے روشن مستقبل کی راہیں استوار کر سکے۔ مولانا شرر کو تاریخی واقعات کی جستجو کا ذوق وشوق تھا اس لیے اِن کی افسانوی اور غیر افسانوی نثر میں تاریخ کا پہلو کارفرما ہے۔ بقول پریم چند: تہذیب اور متانت اتنی تھی کہ تمام مسلمان سوسائٹی میں ان کا طرزِ تحریر مقبولِ عام ہوا اور تمام مہذب لوگوں نے اسے اپنے کتب خانہ میں جگہ دی'۔ [۱۴]

اگرچہ مولانا کی شہرت تاریخی ناول نگاری کی وجہ سے ہے لیکن انھوں نے غیر افسانوی نثر بھی لکھی ہے۔ اُن کی نثر چاہے افسانوی ہو یا غیر افسانوی ہر ایک میں تاریخ کا عنصر شامل ہے۔ تاریخ سے اُن کو خاص لگاؤ تھا اور یہ لگاؤ اُن کے فن میں نمایاں جگہ رکھتا ہے۔ انھوں نے قدیم اسلامی حالات کو گمنامی کے پردے سے نکال کر روشنی میں لانے اور اسلاف کے کارناموں کو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کرنے کی کوشش کی۔ تاریخ جیسے خشک موضوع کو اپنی دلکش تحریر سے دلچسپ بنا کر لوگوں کے سامنے اپنے فن کی صورت میں پیش کیا۔ اشرف حسینی لکھتے ہیں: ''امت مسلمہ کے افکار واذہان میں فکر اور سوچ بچار پیدا کر کے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کی تخلیق کی راہ ہموار کی''۔ [۱۵]

شرر نے اپنے فن کے ذریعے سے مسلمانوں کے افکار واذہان میں فکر وسوچ پیدا کی۔ یہ کام انھوں نے کس طرح سے کیا اس ضمن میں قیوم نظر لکھتے ہیں:

.... ہندوستان میں یہ زمانہ اگر ایک طرف مغربی اثرات کو مفید گرداننے کا تھا تو دوسری طرف مسلمانوں کو اُن کی کھوئی ہوئی شوکت کا احساس دلانے کا بھی تھا۔ ان سب باتوں نے مل کر شرر کو بے حد متاثر کیا اور انھوں نے اظہار کے اس نئے پیرائے کی ہمہ گیر مقبولیت کا سہارا لیتے ہوئے تاریخِ اسلام سے ایسے ورق پیش کرنا شروع کر دیئے جن سے ان کے ہم مذہبوں کے جوش اور غیرت کو ہوا دی جاسکتی تھی۔ [۱۶]

ڈاکٹر سید اعجاز حسین رقم طراز ہیں:

شرر نے اسلامی تاریخ کی طرف زیادہ توجہ کی......اسلامی تاریخ عربی اور فارسی میں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بھولی جاتی تھی۔ شرر نے ازسرِ نو......پھر دنیا کے سامنے زندہ کر کے پیش کیا جس کی وجہ سے اسلاف کے کارنامے نظروں کے سامنے آ گئے۔ دلوں میں ایک جوش

پیدا ہو گیا...۔۱۷

شرر نے تاریخِ اسلام کے کئی ایسے گم گشتہ ابواب کو کھوج نکالا جن میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کا کوئی نہ کوئی پہلو نکلتا تھا چنانچہ جب اسلاف کے کارنامے مسلمانوں کے سامنے آئے تو ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہوا، یہ ایک عظیم قومی خدمت تھی۔شرر نے جس دور میں آنکھ کھولی تھی اُس دور، اُس عہد کے حالات و واقعات اور تحریکوں نے آپ کے فن پر بہت اثرات مرتب کیے۔عبادت بریلوی رقمطراز ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ شرر نے جس دور میں زندگی بسر کی وہ مسلمانوں کے لیے بڑی آزمائش کا دور تھا اور آزمائش کے اس دور میں احیاء کی جو تحریکیں شروع ہوئیں، ان میں زیادہ دوررس اور مؤثر سرسید کی تحریک تھی جس کا دائرہ فکر و عمل سیاست، معاشرت، تعلیم، اخلاق اور دین سب پر محیط تھا۔سرسید کے دور کے سب اہم لکھنے والے کسی نہ کسی انداز میں ان کے پروگرام کے کافی مؤید تھے جو ان کے نزدیک مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کی اساس تھے۔شرر ان چند ادیبوں میں سے ہیں جو سرسید کے مشن کے سب پہلوؤں میں ان کے حامی اور متبع تھے اور انھیں مسلمانوں کا ہادی و رہبر تسلیم کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ممالک متحدہ پنجاب ہی نہیں، سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو صرف ایک شخص نے تباہی سے بچالیا اور وہ شخص سرسید تھا......مسلمانوں کی معاشرتی زندگی اور اس کی مختلف خرابیوں کی طرف بھی شرر نے ''دلگداز'' کے مضامین اور اداریوں میں واضح اشارے کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی خواہش ظاہر کی ہے۔[۱۸]

ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جدید اردو ادب کی ترقی و بنیاد میں عبدالحلیم شرر کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔اِن کا فن جدید خیالات و احساسات کا آئینہ ہے۔اس سے انھوں نے اس وقت کام لیا جبکہ اُردو نثر عہد قدیم سے نکل کر عہدِ جدید میں داخل ہو رہی تھی اور اس کو اس طرح سے بنایا اور برتا کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ایک طرف سرسید احمد خان اور ان کے رفقاء نے مسلمانوں کو بیدار کرنے اور ان کی عزت و وقار کو بحال کرنے کی کوشش کی تو دوسری طرف عبدالحلیم شرر نے اپنے فن کے ذریعے مسلمانوں میں جذبۂ حریت کو بیدار کرنے کی کاوش کی۔عبدالحلیم شرر کا تعلق ایک عبوری دور سے تھا۔وہ ایک ایسے طبقے کی نمائندگی کرتے تھے جس کی جڑیں ماضی میں پیوست تھیں مگر وہ ماضی کے بل بوتے پر حال میں اپنے وجود کو برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔یوں وہ قدیم و جدید کے درمیان شدید ترین کشمکش کا شکار تھا۔شرر کی زندگی اور ان کے علمی و ادبی کارناموں کی فہرست طویل ہے۔اُردو کا یہ انقلاب پسند نیا ذہن جس طرح افسانوی نثر کا بے تاج بادشاہ ہے اس طرح غیر افسانوی نثر میں بھی اپنے وقت کا تنہا کردار ہے۔عبدالحلیم شرر کی علمی، تنقیدی، تاریخی، فکری اور فنی بصیرت کے سارے جوہر ان کی غیر افسانوی نثر میں موجود ہیں۔شرر کی نثر نگاری بتاتی ہے کہ انتہائی نامساعد حالات کے خلاف بھی جدوجہد کی جاسکتی ہے اور اس جہد و کشاکش میں بھی زندگی کی تازگی اور توانائی جلا پاتی ہے۔شرر کی غیر افسانوی نثر میں انشا پردازی، تنقید، سوانح نگاری، مقالہ نویسی، تاریخ نویسی اور دوسری نثری اصناف کے اسالیب بھرپور عیاں ہو جاتے ہیں۔

شرر نے علم و ادب اور حیات و کائنات کے سارے موضوعات پر قلم اٹھایا۔اس طرح اردو زبان ہر اعتبار سے بلند تر ہو گئی اور یہ خیال باطل ہو گیا کہ اردو کوئی غیر اہم زبان ہے۔شرر نے اس حقیقت کو ثابت کیا کہ اردو زبان میں وہ ساری خوبیاں موجود ہیں جو ایک عالمی زبان میں ہونی چاہئیں اور اردو علوم و سائنس کے حقائق کے اظہار پر پوری قدرت رکھتی ہے۔انھوں نے بعد کے ادیبوں کو راستے بتلائے چنانچہ ان کے دور کے ادیبوں نے اردو میں ادبی و علمی اصناف پر مستقل اور دائمی نوعیت کی کتابیں لکھیں۔اردو میں مختلف اصناف کے باقاعدہ شعبے قائم ہو گئے۔اردو میں صحافت نے ان کی بدولت ترقی کی۔ادبِ لطیف شرر کے ذہن کی پیداوار ہے۔

۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۲۶ء تک کا زمانہ عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کی داستان عظیم کا ابتدائیہ ہے۔ یہ دور اپنی ادبی شخصیتوں کی وجہ سے تمدنی تاریخ میں قابلِ ذکر دور رہے۔ سرسید احمد خان، مولانا الطاف حسین حالؔی، مولانا شبلی نعمانی، محمد حسین آزادؔ، محسن الملک، وقار الملک، چراغ علی، ڈپٹی نذیر احمد، ذکاءاللہ اور عبدالحلیم شرر اس عہد کی وہ جلیل القدر شخصیتیں ہیں جن پر کوئی قوم بھی فخر کر سکتی ہے۔ اصلاح کے اس دور میں اردو ادب نے نیا قالب اختیار کیا۔ نئے نئے علوم وفنون سے اردو زبان وادب کو روشناس کرایا گیا۔ شعر وادب کا مذاق تبدیل ہوا۔ بعض پرانی اصنافِ سخن ختم ہو گئیں۔ نظم کے آفتاب نے طلوع ہو کر محفل شاعری کو روشن کیا۔ ادب نے قومی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اسی دور میں اکبرالہ آبادی نے اپنی طنزیہ ومزاحیہ شاعری کے ذریعے سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کا فریضہ سرانجام دیا اور اس عہد میں علامہ اقبال نے اپنے فن کے چراغ سے تنِ مردہ میں جان ڈالنے کا حق ادا کیا۔ اسی زمانے میں سرسید کے رفقاء نے شعر وادب کی ہر صنف کو متعارف بھی کرایا اور اپنی نگارشات بھی پیش کیں۔ عبدالحلیم شرر بھی اس عہد کی پیداوار ہیں اور انھوں نے بھی اپنی افسانوی اور غیر افسانوی نثر کے ذریعے سے مسلمانوں کو اُن کا شاندار ماضی دکھایا اور انھیں بیدار کیا اور ان میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہ کس شمع کے پروانے تھے اور آج اُن کی حالتِ زار ایسی کیوں ہے؟ انھیں آمادہ کیا کہ وہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ بحال کر سکیں۔

عبدالحلیم نے اپنی افسانوی وغیر افسانوی نثر کے ذریعے سے اپنی قوم کو بیدار اور کھوئی ہوئی سند دلوانے کی بھرپور کوشش کی۔ شرر کو مختلف علوم پر عبور تھا بقول پریم چند:

حضرت شرر عربی کے فاضل علامہ، فارسی کے عالم اجلّ اور ہمہ دانی میں یگانہ روزگار ہیں۔... ڈکشنری کی مدد سے ترجمے کر سکتے ہیں اور اردو نثر میں تو ایک نئے رنگ کے موجد اور موجودہ لٹریچر کے بانی ہیں۔[19]

عبدالحلیم شرر اُردو ادب میں مختلف حیثیتیں رکھتے تھے۔ فرحت شاہ جہاں پوری نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

وہ شاعر بھی تھے۔ نظم جدید کے موجد بھی تھے۔ اعلیٰ پایہ کے افسانہ نگار بھی تھے، عمدہ ڈرامانویس بھی تھے۔ صاحب طرز ادیب بھی تھے، بلند مرتبہ صحافی بھی تھے۔ اونچے درجے کے ناول نگار بھی تھے اور ایک وسیع النظر مؤرخ بھی تھے۔ غرض تاریخ وصحافت، شعر وادب اور ڈراما وانشا کے ہر موڑ پر اُن کی جلوہ گری ہے۔[20]

مولانا بنیادی طور پر مذہبی آدمی تھے۔ اس لیے مذہب اور مذہبی مسائل سے خاصی دلچسپی تھی۔ پرستارانِ اسلام کا خاص احترام تھا، ان کے کارناموں کا کلمہ پڑھتے تھے۔ اسلامی روایات واقدار سے عشق تھا۔ انھوں نے اردو ادب کی بہت خدمت کی۔ بقول پریم چند:

مولانا علمی خدمت کے اس قدر حریص تھے کہ ان کا مدِ مقابل آج ایک متنفس بھی نظر نہیں آتا۔ ستر برس کی عمر ہوئی، بچپن برس تک زبان اردو کی خدمت میں مصروف رہے۔ اودھ اخبار، روزانہ اخبار، صحیفہ نامی، ہمدرد میں کام کیا۔ محشر، مہذب، دل گداز، اتحاد، پردۂ عصمت، العرفان ان سب رسالوں میں مضمون لکھے۔ ان میں ۴۶ برس تک دل گداز کو جاری رکھا۔ اس کے بعد ان کی تصانیف کی طرف غور کیجیے تو اس کی تعداد کم وبیش ایک سو کتب سے زائد ہے۔ دل گداز کے مختلف مضامین اور تاریخ کے بعض ابواب، ناول کے بعض حصّے تعلیم کے کورس میں داخل ہوئے۔ مولانا کے بعض ناولوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں کیے گئے۔[21]

شرر کی حیثیات کے بارے میں آل احمد سرور لکھتے ہیں:

شرر کثیر التصانیف صاحبِ قلم ہیں۔ انھوں نے تو اریخ اور سوانح عمریاں بہت لکھی ہیں۔ ناول نگاری میں تو وہ مشہور زمانہ تھے...[22]

شرر نے اپنی عمر کا ایک خاص حصّہ علم وادب کی خدمت میں بسر کیا۔ شرر نے افسانوی اور غیر افسانوی ہر دو طرح کی اصنافِ ادب کی خدمت کی۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ غیر افسانوی نثر لکھنے میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ شرر کو قدرت کی طرف سے ہر دو طرح کی نثر لکھنے کا ملکہ تھا۔ فلفسیانہ خیالات، گہرے جذبات اور مناظرِ فطرت سب کو بیان کرنے پر قادر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالماجد دریابادی شرر کے متعلق لکھتے ہیں:

ناول نویسی کے علاوہ شرر مرحوم کا مرتبہ مضمون نگار اور انشا پرداز کے لحاظ سے بھی کچھ کم نہیں۔ ''ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ'' کے عنوان سے جو مسلسل مضامین ان کے قلم سے لکھنو کے تہذیب وتمدن پر نکلے، وہ عجب نہیں کہ مدتوں زندہ رہیں اور آئندہ مؤرخین واہلِ تحقیق برابر ان سے خوشہ چینی کرتے رہیں۔ [۲۳]

شرر نے مسلمانوں کے ابتر دور کو نزم گوشہ سے دیکھا اور محسوس کیا۔ اگر چہ سر سید اور اُن کے رفقا اس عہد میں مسلمانوں کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی و تعلیمی بیداری کی خاطر اپنا ادب تخلیق کر رہے تھے لیکن ابھی تک مسلمانوں کی کامل بیداری کے لیے مزید کسی نظری کوشش کی ضرورت باقی تھی۔ اِس ضرورت کو شرر نے اپنی افسانوی وغیر افسانوی نثر کے ذریعے سے بخوبی پورا کیا۔ 'عبدالحلیم شرر وہ ادیب ہیں جنھوں نے اپنی عزت و شہرت اپنے قلم سے اِس قدر حاصل کی کہ اُس دور کے دوسرے ادباء کے حصّے میں یہ کم ہی آئی۔ انھوں نے نہ صرف اردو ادب کی خدمت ہی بجالائی بلکہ ان کے طفیل اردو ادب میں کئی انشا پرداز پیدا ہوئے۔ تاریخ کا ذوق آپ نے اپنی افسانوی وغیر افسانوی نثر کے ذریعے سے پیدا کیا۔ وہ جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے۔ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:

مولانا ہمارے انشا پردازوں میں سب سے پرانے انشا پرداز تھے......مرحوم نے اپنی عزت اور شہرت تنہا خود اپنے قلم سے حاصل کی تھی۔ وہ اپنی شہرت کے لیے کسی نامور ہستی سے انتساب کے ممنون نہ تھے۔ انھوں نے اپنے تمام معاصرین میں سب سے زیادہ اپنی زبان کی خدمت کی فرصت پائی۔ ہمارے خیال میں ۱۸۸۲ء سے انھوں نے اپنے کام کا آغاز کیا جو اخیر زمانہ وفات دسمبر ۱۹۲۶ء تک قائم رہا......اُن کی ادبی اور علمی خدمات کی گوناں گوں اور کثرت بھی اُن کا خاص امتیاز ہے اور یہ کہنا بھی سچ ہے کہ انھی کی تصنیفات نے اردو میں سینکڑوں انشا پرداز پیدا کیے اور ملک میں تاریخ کا مذاق پیدا کیا اور سنجیدہ تصنیفات کے لیے حسن قبول کا راستہ صاف کیا...... بظاہر وہ صرف ایک ناولسٹ یا فسانہ نگار تھے اور اسی حیثیت سے لوگ ان کو زیادہ تر جانتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ عربی علم وادب... تاریخ کے بھی ماہر تھے۔ [۲۴]

وہ زود نویس تھے۔ اُن سے زود تر لکھنے والا اردو ادب کی دنیا میں کوئی انشا پرداز نہیں ہے۔ اُن کی تحریر شگفتہ اور رواں دواں ہے۔ شرر اپنے استاد نذیر حسین کی طرح کثیر التصانیف تھے۔ شرر نے ۱۵ تاریخیں، ۲۱ سوانح عمریاں، ۶ منظومات و ڈرامے، ۱۸ متفرق کتب، ۱۵ خیالی ناول اور ۲۸ تاریخی ناول سپردِ قلم کیے ہیں۔ شرر اُس گروہ کے سرخیل کی سی حیثیت رکھتے ہیں جس نے بیسویں صدی کی ابتداء سے ذرا پہلے اپنے تاریخی اور معاشرتی ناولوں سے ایک ادبی ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ اگر چہ اس میدان میں شرر نے ٹھوکریں بھی کھائی ہیں جس سے اُن پر حرف گیری بھی ہونے لگتی ہے لیکن اپنی اِس کوشش میں انھوں نے اُردو نثر کو ایک ایسا رنگ عطا کیا جس نے اُسے جدید نثر کے قریب تر کر دیا۔ مولانا نے مختلف موضوعات پر متعدد مضامین لکھے ہیں جو مختلف مجموعوں کی صورت میں چھپ گئے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے شرر کی معلومات کی قدر ہوتی ہے اور سوچنا پڑتا ہے کہ آج کے زمانے میں ایسے ادیب کیوں پیدا نہیں ہوتے۔ مختلف اخباروں میں بھی کام کیا۔ یورپ کی سیر بھی کی اور مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے اخبار ''ہمدرد'' میں بھی اپنے قلم کی جولانیاں دکھائیں۔ آپ نے خود بھی کئی اخبار اور رسائل جاری کیے اور

مختلف اصناف ادب میں اپنے فن کے جوہر دکھائے۔شرر ایک مقصدی ادیب ہیں۔شرر نے اپنے فن کے ذریعے سے مسلمانوں کی دینی، تہذیبی اور معاشرتی اصلاح کی۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، شرر کے تاریخی ناول اوران کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۴۵

۲۔ علی عباس حسینی، ناول کی تاریخ اور تنقید، انڈین بک ڈپو، لکھنو، ۲۰۰۰ء، ص ۳۰۴

۳۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر، اردو ناول کی تنقیدی تاریخ، ادارہ فروغ اردو، لکھنو، ۱۹۶۲ء، ص ۲۸

۴۔ صلاح الدین احمد، صریر خامہ، جلد دوم، المقبول پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۲۶۲

۵۔ عبدالحلیم شرر، دل گداز، (ترتیب وتدوین)، فاروق عثمان، ڈاکٹر، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۵۶

۶۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۵۳۰

۷۔ محمد طفیل، آپ بیتی نمبر، شمارہ۔۱۰۰، س۔ن، ادارہ فروغ اردو، لاہور ص ۵۶۴۔۵۶۵

۸۔ جیلانی کامران، تنقید کا نیا پس منظر، الفائن پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۵۳۔۵۴

۹۔ عبدالحلیم شرر، مضامین شرر آغاز واختتام سال، جلد اول، حصہ سوم، عبدالرشید اینڈ سنز، لاہور، س۔ن، ص ۲۔۳

۱۰۔ عبدالحلیم شرر، دل گداز، ص ۱۱۲

۱۱۔ عبدالحلیم شرر، مضامین شرر، جلد ہفتم، عبدالرشید اینڈ سنز، لاہور، س۔ن، ص ۱۱۵

۱۲۔ عبدالحلیم شرر، مضامین شرر، اصلاح قوم وملت، ص ۱۱۵

۱۳۔ عبدالحلیم شرر، مضامین شرر، اصلاح قوم وملت، ص ۷۰

۱۴۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو ناول نگاری، مکتبہ جدید، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۶۷

۱۵۔ اشرف حسینی، پیش لفظ، فلورفلورنڈا، از عبدالحلیم شرر، مکتبہ القریش، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۱

۱۶۔ قیوم نظر، اردو نثر انیسویں صدی میں، یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور، س۔ن، ص ۱۶۹ تا ۱۷۰

۱۷۔ سید اعجاز حسین، ڈاکٹر، مختصر تاریخ ادب اردو، آزاد کتاب گھر کلاں محل دہلی، ۱۹۳۴ء، ص ۳۲۱۔۳۲۲

۱۸۔ عبدالحلیم شرر، سرسید احمد خان کی دینی برکتیں، دکن ریویو، مئی ۱۹۰۸ء، بحوالہ، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، جلد چہارم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۳۷۶

۱۹۔ پریم چند، مضامین پریم چند، مرتب، عتیق احمد، انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان، ۱۹۸۱ء، ص ۲۳۶۔۲۳۷

۲۰۔ فرحت جہاں پوری، مولانا شرر لکھنوی، مشمولہ صحیفہ، تنتیسواں شمارہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۵ء، ص ۴۰

۲۱۔ پریم چند، مضامین پریم چند، ص ۳۲۸

۲۲۔ آل احمد سرور، ہمارا ادب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۹۵

۲۳۔ عبدالماجد دریا آبادی، معاصرین، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س۔ن، ص ۱۱۸

۲۴۔ سید سلیمان ندوی، یادرفتگان، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۷۴۔۷۵

کتابیات

۱۔ آل احمد سرور، ہمارا ادب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء

۲۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر، اردو ناول کی تنقیدی تاریخ، ادارہ فروغ اردو، لکھنو، ۱۹۶۲ء

۳۔ اشرف حسینی، پیش لفظ، فلورفلورنڈا، از عبدالحلیم شرر، مکتبہ القریش، لاہور، ۱۹۸۶ء

۴۔ پریم چند، مضامین پریم چند، مرتب، عتیق احمد، انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان، ۱۹۸۱ء

۵۔ جیلانی کامران، تنقید کا نیا پس منظر، الفائن پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۶۴ء

۶۔ رشید خان، ڈاکٹر، افکار عالیہ، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۷۷ء

۷۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو ناول نگاری، مکتبہ جدید، لاہور، ۱۹۹۰ء

۸۔ سید اعجاز حسین، ڈاکٹر، مختصر تاریخ ادب اردو، آزاد کتاب گھر کلاں محل دہلی، ۱۹۳۴ء

۹۔ سید سلیمان ندوی، یادرفتگان، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء

۱۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۱۔ صلاح الدین احمد، صریر خامہ، جلد دوم، المقبول پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۶۹ء

۱۲۔ عبدالماجد دریا آبادی، معاصرین، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س۔ن

۱۳۔ علی احمد فاطمی، ڈاکٹر، عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، نصرت پبلشرز امین آباد، لکھنو، ۱۹۸۶ء

۱۴۔ علی عباس حسینی، ناول اور ناول نگار، کاروان ادب، ملتان، ۱۹۹۰ء

۱۵۔ عبدالحلیم شرر، دل گداز (ترتیب وتدوین) فاروق عثمان، ڈاکٹر، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۶ء

۱۶۔ عبدالحلیم شرر، سرسید احمد خان کی دینی برکتیں، دکن ریویو، مئی ۱۹۰۸ء، بحوالہ، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، جلد چہارم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۲ء

۱۷۔ عبدالحلیم شرر، مضامین شرر، جلد چہارم، عبدالرشید اینڈ سنز، لاہور، س۔ن

۱۸۔ عبدالحلیم شرر، مضامین شرر، جلد ہفتم، عبدالرشید اینڈ سنز، لاہور، س۔ن

۱۹۔ فاروق عثمان، ڈاکٹر، مقدمہ دل گداز، عبدالحلیم شرر، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۶ء

۲۰۔ فرحت جہاں پوری، مولانا شرر لکھنوی، مشمولہ صحیفہ، تنتیسواں شمارہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۵ء

۲۱۔ قیوم نظر، اردو نثر انیسویں صدی میں، یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور، س۔ن

۲۲۔ محمد طفیل، آپ بیتی نمبر، شمارہ۔۱۰۰، ادارہ فروغ اردو، لاہور ۱۹۶۵ء

۲۳۔ محمد عبدالرزاق کانپوری، یاد ایام، عبدالحق اکیڈمی حیدر آباد دکن، ۱۹۴۶ء

۲۴۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۷۸ء

۲۵۔ نر بعے رام جوہر، بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

۲۶۔ Abdul Qadir, New School of Urdu Literature, third edition, Lahore,